جلوۂ نور

باقر العلوم

علیہ السلام



مختصر زندگی نامہ اور منتخب احادیث کا مجموعہ

جلوۂ نور

علیہ السلام

باقر العلوم

امام محمد باقر علیہ السلام کی چالیس منتخب احادیث

پیش کش:

مرکز علم و عمل کراچی

پوسٹ بکس 2157 ناظم آباد۔ کراچی

کتاب: جلوۂ نور "باقر العلوم"

تالیف وتوضیح: حیدر عباس عابدی

تصحیح: سجاد حسین مہدوی

کمپوزنگ: حسین نقوی

ٹائٹل: سید اکبر رضا رضوی

ناشر: مرکز علم وعمل کراچی

ملنے کا پتہ: E-31 رضویہ سوسائٹی ناظم آباد، کراچی

فون: 6622656

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

اصل کامیابی یہ ہے کہ انسان اپنے مقصدِ تخلیق سے ہم آہنگ رہے، برائی سے دور اور اچھائی سے منسلک رہے اور دنیا سے چلے جانے کے بعد انسان کی نیک نامی اور پاکیزہ سیرت باقی رہ جائے۔

ایسی کامیاب زندگی گزارنے کے لئے ضروری ہے کہ ایسے لوگوں کی سیرت و کردار پر عمل کیا جائے کہ صدیاں گزر جانے کے باوجود ان کی نیک نامی اور پاکیزہ سیرت گمراہ انسانیت کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ خاص طور پر ان لوگوں کے لئے جو پاک و پاکیزہ ہستیوں کی پیروی کا دم بھی بھرتے ہیں۔ بعض اوقات یہ دیکھا گیا ہے کہ ان کے اعمال ان شخصیات سے ہم آہنگ نظر نہیں آتے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اپنی عملی محبت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان عظیم کرداروں کو اپنے لئے نمونۂ عمل قرار دیں۔

اس مقصد کے حصول کے لئے ہم نے یہ مختصر لیکن اہم سلسلہ شروع کیا ہے۔ جسے کافی سراہا اور بہت زیادہ پسند کیا گیا۔ الحمدللہ اب ہم جلوۂ نور کی چوتھی کڑی پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ ان احادیث کو بہتر طور پر سمجھنے کے لئے عربی عبارت اور اردو ترجمے سے پہلے ایک مقدمہ بھی بیان کیا جائے تا کہ ان کی اہمیت واضح ہو سکے۔

انشاء اللہ خداوند قادر و توانا کی توفیقات ہمارے شاملِ حال رہیں تو اس سلسلے کی چودہ کڑیاں ایک ایک کر کے مکمل کریں گے۔ آپ اس میں کوئی کمی بیشی محسوس کریں یا کوئی تجویز ہو یا اس سلسلے میں کوئی مثبت تعاون کرنا چاہیں تو ہمیں خوشی ہوگی۔

والسلام

شعبہ تربیت

مرکز علم و عمل کراچی

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

پانچویں امام کا اسم گرامی محمد اور لقب باقر ہے۔ باقر کے معنی شگافتہ کرنے والے کے ہیں۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے علم الٰہی کے اسرار و رموز کو شگافتہ کر کے اس کو مختلف علوم میں اس طرح منتشر کیا کہ لوگ آپ علیہ السلام کو باقر العلوم کے لقب سے یاد کرنے لگے۔ آپ علیہ السلام یکم رجب ۵۷ ہجری کو مدینہ میں پیدا ہوئے۔

آپ کے والد امام زین العابدین علیہ السلام امام حسین علیہ السلام کے بیٹے اور والدہ فاطمہ امام حسن علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں۔ اس طرح آپ کا سلسلہ نسب ماں اور باپ دونوں طرف سے پیغمبر اسلام تک پہنچتا ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام علم و شجاعت اور حلم و اخلاق میں اپنے نانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے دادا حضرت علی علیہ السلام کے وارث تھے۔ آپ علیہ السلام کی شخصیت میں علم و حکمت، صبر و شکر، زہد و تقویٰ، سخاوت و شجاعت، حلم و مروت کی وہ تمام خوبیاں مجتمع تھیں جو آپ علیہ السلام کے خاندان کا وصف اور اہلبیت رسول کا امتیاز سمجھی جاتی ہیں۔

۱۰ محرم ۶۱ ہجری کو قیام کربلا سے مرتب ہونے والے اثرات نے امام محمد باقر علیہ السلام کی سیرت و کردار پر گہرے نقوش مرتب کیے۔ ایثار و قربانی اور باطل سے مصالحت یا مفاہمت نہ کرنے کا جو عملی درس امام حسین علیہ السلام نے پیش فرمایا اس سے امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنی زندگی کے لئے واضح نتائج اخذ کیے۔ پھر شہادت حسین علیہ السلام کے بعد اہلبیت کی اسیری کے دکھ آپ علیہ السلام نے بھی سہے۔ آپ علیہ السلام نے یہ بھی دیکھا

کہ خاندانِ رسالت کی بلند مرتبہ خواتین نے کس جرأت سے اس امتحان کو قبول کیا۔

آپ علیہ السلام کے والد نے اس موقع پر جو رویہ اختیار کیا، جو خطبے ارشاد فرمائے اور جس استقلال اور اطمینان کا مظاہرہ فرمایا، اس کا بھی آپ کی سیرت و کردار کی تشکیل میں گہرا اثر ہے۔ جب امام محمد باقر علیہ السلام اپنے والد کی شہادت کے بعد منصب امامت پر فائز ہوئے تو آپ علیہ السلام کی زندگی قیامِ حق اور استیصالِ باطل کی جدوجہد اور علوم کی تبلیغ و اشاعت کے لیے وقف رہی۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے نہ کبھی حکومت کی رغبت فرمائی نہ حکومت کے خلاف یا موافقت میں چلنے والی تحریکوں میں بظاہر اپنے آپ کو ملوث کیا۔ البتہ حکومتیں ہمیشہ ان سے خائف رہتی تھیں اور چاہتی تھیں کہ ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیں تاکہ ان کو روکنے ٹوکنے والا کوئی نہ ہو اور وہ جس طرح چاہیں اسلام کی من مانی تعبیر کرسکیں۔ اموی خلیفہ ہشام نے ۷ ذی الحجہ ۱۱۴ ہجری کو آپ علیہ السلام کو زہر سے شہید کرادیا۔

امام محمد باقر علیہ السلام کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد علوم و فنون کی ترویج تھا۔ اہلبیتؑ کی محبت جو لوگوں کے دلوں میں اللہ نے ودیعت فرمائی ہے وہ کسی چیز اور کسی طاقت کے ذریعے مٹائی نہیں جاسکتی۔ چنانچہ حاکمانِ وقت آپ علیہ السلام سے خائف رہتے تھے اور نقصان پہنچانے کے منصوبے بناتے رہتے تھے۔ ایک موقع پر ہشام نے آپ علیہ السلام کو مع امام جعفر صادق علیہ السلام دربار میں طلب کیا۔ جب یہ دونوں دربار میں داخل ہوئے تو ہشام تختِ شاہی پر بیٹھا جھوم رہا تھا۔ شاہی چوبدار اسلحہ باندھے ہتھیار لگائے صف بستہ کھڑے تھے۔ وسطِ دربار میں تیر اندازی کے لیے نشان نصب تھا اور اہلِ دربار شرط باندھ کر تیر اندازی کررہے تھے۔ ہشام نے امام محمد باقر علیہ السلام سے

کہا: اے محمد آپ بھی ان لوگوں کے ساتھ تیر نشانہ پر لگائیں۔ مقصد یہ تھا کہ اس طرح امام علیہ السلام کی تضحیک اور ہتک کا موقع ہاتھ آسکے، کیونکہ ہشام کے خیال میں ایک ایسا شخص جو دن رات علم و حکمت کی ترویج میں مشغول ہو تیر اندازی میں کیا دسترس رکھ سکتا تھا۔ غرض ہر چند کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے مقابلۂ تیر اندازی میں شرکت سے معذوری چاہی لیکن ہشام کے اصرار پر بالآخر آپ علیہ السلام نے کمان لی اور نشانہ لگایا۔ تیر رہا ہوا اور نشانہ کے بیچ میں پیوست ہو گیا۔ پھر تو پے در پے ایک ہی نشان اور ایک ہی نقطہ پر کئی تیر اس طرح سے لگائے کہ لوگ متحیر ہو گئے۔ ہر طرف سے تحسین کی آوازیں بلند ہوئیں اور ہشام اپنے طرز عمل سے پشیمان ہوا۔

امام محمد باقر علیہ السلام عالم باعمل تھے۔ آپ علیہ السلام کی زندگی عارفوں کے لئے ہدایت اور سالکوں کے لئے نمونہ تھی۔ آپ علیہ السلام اپنی زراعت پر خود کام کرتے تھے کہ محنت سے رزق کمانا اور خود کو اچھے اخلاق سے آراستہ کرنا ہی اصل دین ہے۔ آپ علیہ السلام کا قول ہے کہ شکم کو حرام چیزوں سے محفوظ رکھنا اور خود کو زیور اخلاق سے آراستہ کرنا ہی افضل ترین عبادت ہے۔ امام علیہ السلام اکثر فرماتے تھے: ہمارے شیعہ تو بس وہ ہیں جو خدا سے ڈرتے اور اس کے احکام کی پیروی کرتے ہیں۔ محض زبانی عقیدۂ اہلبیت کا دعویدار ہونا کافی نہیں ہے۔ کیونکہ خدا کی قربت صرف اس کی اطاعت کے ذریعے حاصل ہو سکتی ہے۔ لہٰذا ہماری محبت صرف اسی کو فائدہ پہنچائے گی جو خدا کی اطاعت کرتا ہو اور جس نے خدا کی نافرمانی کی اس کے لئے ہماری محبت کا دعویٰ قطعاً غیر مفید ہے۔ دیکھو دھوکے میں نہ رہ جانا۔

معرفت

خدا سے حقیقی قربت کی بنیاد اس کی معرفت ہے۔ جتنی معرفت بڑھے گی اتنا ہی اس کی قربت میں اضافہ ہوگا۔ یہی معرفت اس نتیجے پر پہنچاتی ہے کہ اس کے ہر حکم کی پابندی اسے دنیاوی اور اخروی فوائد سے بہرہ مند کرے گی۔ چنانچہ بامعرفت انسان اس کے تمام احکامات کی پابندی کرتا ہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۱

مَا عَرَفَ اللّٰهَ مَنْ عَصَاهُ

جس نے خدا کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی معرفت حاصل نہیں کی۔

عقل اور اطاعت

آج دنیا میں جو کچھ بھی ترقی نظر آتی ہے اس کی وجہ صرف عقل ہے۔ اسی کی بنیاد پر انسان دوسری مخلوقات سے افضل ہے۔ لیکن عقلمندی یہ نہیں ہے کہ صرف مادی ترقی پر اکتفاء کیا جائے بلکہ روح پر بھی توجہ دی جائے یعنی اللہ کے احکامات کی پابندی کرے۔ یہ ایک عقلی اصول ہے کہ کسی چیز کا بنانے والا ہی اس کے استعمال کے طور طریقے کو

درست طور پر بیان کر سکتا ہے۔ پس اگر صحیح معنی میں انسان عاقل ہے تو وہ اپنے خالق کے احکامات کا پابند رہے گا۔ عقل کی اسی اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات اور ثواب وعقاب کا محور بھی عقل ہے یعنی جس قدر عقل زیادہ ہوگی اتنی ہی ذمہ داریاں زیادہ ہوں گی۔ چنانچہ امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۲

لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلَ اِسْتَنْطَقَهُ ثُمَّ قَالَ: اَقْبِلْ. فَاَقْبَلَ. ثُمَّ قَالَ لَهُ: اَدْبِرْ. فَاَدْبَرَ. ثُمَّ قَالَ: وَ عِزَّتِي وَ جَلَالِي مَا خَلَقْتُ خَلْقاً هُوَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْكَ وَ لَا اَكْمَلْتُكَ اِلَّا فِيمَنْ اُحِبُّ. اَمَا اِنِّي اِيَّاكَ آمُرُ وَ اِيَّاكَ اَنْهَى وَ اِيَّاكَ اُعَاقِبُ وَ اِيَّاكَ اُثِيبُ.

جب اللہ تعالیٰ نے عقل کو خلق کیا تو اس سے باز پرس کی اور فرمایا: ادھر آؤ۔ وہ آگئی۔ پھر فرمایا: واپس لوٹ جاؤ۔ وہ واپس لوٹ گئی۔

پھر فرمایا: اپنی عزت وجلال کی قسم! میں نے کوئی ایسی مخلوق خلق نہیں کی جو میرے نزدیک تجھ سے زیادہ محبوب ہو اور میں تجھے صرف اس شخص میں کامل کروں گا جس سے مجھے محبت ہوگی۔ یاد

رکھا میں تجھ کو ہی حکم دوں گا، تجھ کو ہی روکوں گا، تجھ ہی کو عذاب اور تجھ کو ہی ثواب عطا کروں گا۔

شیعہ کون؟

اہلبیتؑ کی محبت کا دعویٰ اگر زبان سے آگے نہ بڑھے تو منافقت اور اگر جذبات کی ترجمانی بھی کرے تو یہ حب اہلبیتؑ ہے لیکن اگر اس کے ساتھ ساتھ اہلبیتؑ کی عملی پیروی بھی ہو تو یہ حقیقی شیعہ ہونے کی نشاندہی کرتا ہے۔ اسی لئے شیعہ کی ذمہ داریاں بھی زیادہ ہیں اور اس کے مراتب بھی عظیم ہیں۔ چنانچہ امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۳

مَا شِيْعَتُنَا اِلَّا مَنِ اتَّقَى اللّٰهَ وَ اَطَاعَهُ.

ہمارا شیعہ تو صرف وہ ہے جو اللہ سے ڈرے اور اس کی اطاعت کرے۔

افضل عبادت

راہ مستقیم پر چلنے والے انسان کے لئے دو کھائیاں سب سے زیادہ خطرناک ہیں۔ پیٹ اور جنسی مسائل۔ ان کی خاطر پارسا اور

عبادت گزار انسان بھی برائی کی راہ پر چل نکلتا ہے۔ اور جس قدر پیٹ میں حرام جاتا رہے گا اور جس قدر جنسی بے راہ روی بڑھے گی اتنا ہی خدا کی عبادت سے دور اور شیطان کے جال میں پھنستا چلا جائے گا۔ لہٰذا امام علیہ السلام ان دو کی حفاظت کو تمام عبادات پر افضل قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

حدیث ۴

اَفْضَلُ الْعِبَادَۃِ عِفَّۃُ الْبَطْنِ وَ الْفَرْجِ

پیٹ اور جنسی مسائل میں بے راہ روی سے بچنا افضل ترین عبادت ہے۔

عطاء دین

دنیا ہر کسی کو مل سکتی ہے چاہے وہ خدا کا دوست ہو یا دشمن۔ دنیا دوستوں کے لئے انعام اور دشمنوں کے لئے مزید غفلت کا باعث ہوتی ہے لیکن دین کی نعمت خدا ہر کسی کو نہیں دیا کرتا بلکہ صرف اور صرف اپنے محبوب بندوں کو عطا کرتا ہے۔ چنانچہ امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۵

قال علیہ السلام: اِنَّ اللّٰہَ یُعْطِی الدُّنْیَا مَنْ یُحِبُّ وَ یُبْغِضُ وَ

لَا یُعْطِیْ دِیْنَہٗ اِلَّا مَنْ یُحِبُّ.

بے شک اللہ تعالیٰ دنیا اپنے محبوب اور ناپسند دونوں کو دیتا ہے اور اپنا دین صرف محبوب کو دیتا ہے۔

حیاء اور ایمان

مومن ہمیشہ حیاء کا پیکر ہوا کرتا ہے۔ آج بہت سے لوگ علی الاعلان بے حیائی کی نمائش کرتے ہوئے بھی خود کو مومن کہتے ہیں جبکہ حیاء اور ایمان کا رشتہ اس قدر مضبوط ہے کہ امامِ مومنین امام محمد باقر علیہ السلام اس بارے میں فرماتے ہیں:

حدیث ۶

قَالَ علیہ السلام: اَلْحَیَاءُ وَ الْاِیْمَانُ مَقْرُوْنَانِ فِیْ قَرْنٍ، فَاِذَا ذَهَبَ اَحَدُهُمَا تَبِعَهُ صَاحِبُهُ.

حیاء اور ایمان ساتھ ساتھ ہوتے ہیں، ان میں سے کوئی ایک دور ہو جائے تو دوسرا بھی اس کے ساتھ چلا جاتا ہے۔

حرص دنیا

دنیا کی حرص اور چاہت ایک ایسا مرض ہے جو عمر کے کسی بھی

حصے میں کم نہیں ہوتا۔ عام طور پر جوانی میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جب بوڑھے ہوں گے تو دنیا داری چھوڑ کر خدا کی عبادت پر توجہ دیں گے لیکن دنیا پرستی کی بیماری اگر ایک مرتبہ انسان کو لگ جائے اور اس کا علاج شروع ہی میں نہ کیا جائے تو بڑھتے بڑھتے ایک ایسی منزل آجاتی ہے کہ دنیا کے غم میں ہی جیتا ہے اور اسی کے غم میں مرجاتا ہے۔ اسی لئے امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۷

مَثَلُ الْحَرِيْصِ عَلَى الدُّنْيَا مَثَلُ دُوْدَةِ الْقَزِّ، كُلَّمَا ازْدَادَتْ مِنَ الْقَزِّ عَلَىٰ نَفْسِهَا لَفًّا كَانَ اَبْعَدَ لَهَا مِنَ الْخُرُوْجِ حَتّٰى تَمُوْتَ غَمًّا.

دنیا کے حریص کی مثال ریشم کے کیڑے کی مانند ہے۔ جتنا اس کے گرد ریشم کا اضافہ ہوگا اتنا ہی اس کے لئے باہر نکلنا مشکل ہوجائے گا یہاں تک کہ وہ اسی غم میں مرجائے گا۔

روتی آنکھیں

روز محشر جب انسان کا اعمال نامہ سامنے آئے گا خوف کے

مارے ہر آنکھ سے آنسو بہہ رہے ہوں گے لیکن امام (علیہ السلام) کے قول کے مطابق کچھ آنکھیں مسرور ہوں گی:

حدیث ۸

کُلُّ عَیْنٍ بَاکِیَةٌ غَیْرَ ثَلاثٍ: عَیْنٌ سَهِرَتْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ عَیْنٌ فَاضَتْ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ وَ عَیْنٌ غُضَّتْ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ.

قیامت کے دن ہر آنکھ رو رہی ہوگی سوائے تین آنکھوں کے:

۱۔ وہ آنکھ جو خدا کی راہ میں شب بیداری کرے۔

۲۔ وہ آنکھ جو خوف خدا کی وجہ سے گریہ کرے۔

۳۔ وہ آنکھ جو حرام چیزوں پر اٹھنے سے روک لی جائے۔

جلد قبول ہونے والی دعا

مخلص انسان کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ اور خلوص کے اظہار کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ کسی کی غیر موجودگی میں اس کے لئے دعا کی جائے۔ اس بارے میں امام محمد باقر (علیہ السلام) فرماتے ہیں۔

حدیث ۹

اَوْشَکُ دَعْوَۃٍ وَ اَسْرَعُ اِجَابَۃً دُعَاءُ الْمَرْءِ لِاَخِیْہِ بِظَهْرِ الْغَیْبِ۔

مومن بھائی کی غیر موجودگی میں اس کے حق میں کی جانے والی دعا کے جلد قبول ہونے کی امید ہے۔

دعا کے اوقات

انسانی زندگی کا مقصد قرب خدا کا حصول ہے۔ دعا اگر قبول نہ بھی ہو تو بھی اس کا اہم ترین فائدہ ضرور حاصل ہو جاتا ہے کہ بندہ اپنے معبود کا قرب حاصل کر لیتا ہے اور اس کی نشانی وہ سکون ہے جو دعا کرنے کے بعد انسان کو حاصل ہوتا ہے۔ بندہ اپنے معبود کی بارگاہ میں جتنا زیادہ حاضر ہوگا معبود اس سے اتنا ہی خوش ہوگا۔ اسی لئے ہر وقت دعا کرنی چاہیے لیکن دن بھر میں بعض ساعات ایسی ہوتی ہیں کہ جن میں دعا کی قبولیت کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔ اس بارے میں امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۱۰

اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَ جَلَّ یُحِبُّ مِنْ عِبَادِہِ الْمُؤْمِنِیْنَ کُلَّ

عَبْدٍ دُعَاءٍ. فَعَلَيْكُمْ بِالدُّعَاءِ فِی السَّحَرِ اِلیٰ طُلُوْعِ الشَّمْسِ. فَاِنَّهَا سَاعَةٌ تُفْتَحُ فِیْهَا اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَ تُقْسَمُ فِیْهَا الْاَرْزَاقُ وَ تُقْضیٰ فِیْهَا الْحَوَائِجُ الْعِظَامُ.

بے شک اللہ تعالیٰ کو اپنے مومن بندوں میں سے سب سے زیادہ وہ بندہ پسند ہے جو زیادہ دعا کرتا ہو۔ پس تم سحر کے وقت سے سورج طلوع ہونے تک دعا کرو۔ کیونکہ اس وقت آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور رزق تقسیم کیا جاتا ہے اور بڑی عظیم حاجتیں پوری کی جاتی ہیں۔

دنیا میں ہی عذاب

ویسے تو ہر گناہ اور ہر برائی انسان کے لیے مضر ہے کہ جس کا عذاب انسان کو ضرور چکھنا ہوگا۔ البتہ توبہ کا دروازہ اللہ تعالیٰ نے کھلا رکھا ہے جس کے ذریعہ ہر گناہ معاف ہو سکتا ہے۔ لیکن بعض برائیاں ایسی ہیں کہ جن کا عذاب انسان دنیا میں ہی دیکھ لیتا ہے۔ چنانچہ اس بارے میں امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۱۱

ثلاثُ خِصَالٍ لا یَمُوتُ صَاحِبُهُنَّ اَبَداً حتّٰی یَرٰی وَبَالَهُنَّ: اَلْبَغْیُ، وَ قَطِیْعَةُ الرَّحِمِ وَ الْیَمِیْنُ الْکَاذِبَةُ یُبَارِزُ اللّٰهَ بِهَا.

تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جن کا عادی شخص ان کا وبال دیکھے بغیر اس دنیا سے نہیں جاتا:

۱۔ ظلم، ۲۔ قطع رحم ۳۔ جھوٹی قسم جس کے ذریعہ وہ اللہ سے لڑتا ہے۔

مزاح

عام طور پر ہمارے معاشرے میں بذلہ سنجی اور مزاح کو برا سمجھا جاتا ہے۔ خاص طور پر مذہبی افراد ہنسنے ہنسانے کو برا سمجھتے ہیں۔ لیکن مزاح اگر حد میں ہو تو نہ فقط یہ کہ اس میں کوئی عیب نہیں بلکہ خدا کی دوستی کا باعث ہے۔ لہذا امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۱۲

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ یُحِبُّ الْمُدَاعِبَ فِی الْجَمَاعَةِ بِلا رَفَثٍ.

اللہ تعالیٰ جماعت کے درمیان مزاح کرنے والے کو پسند کرتا ہے اگر مزاح میں فاشی نہ ہو۔

فقیہ

جس طرح ایک عام انسان انفرادی اور اجتماعی طور پر ذمہ دار ہے، اس سے کہیں زیادہ ذمہ داری علماء کی ہے۔ اور جس طرح علم کا مرتبہ بڑھتا ہے اس طرح ان کے وظائف میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے اور جب فقیہ کی منزل پر پہنچتا ہے تو اس کے علمی مقام کے ساتھ عملی منزلت بھی بڑھنی چاہیے۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۱۳

إِنَّ الْفَقِيْهَ حَقَّ الْفَقِيْهِ اَلزَّاهِدُ فِي الدُّنْيَا، اَلرَّاغِبُ فِي الْآخِرَةِ، اَلْمُتَمَسِّكُ بِسُنَّةِ النَّبِيِّ.

حقیقی فقیہ وہ ہے جو دنیا کے معاملے میں زاہد، آخرت کی جانب مائل اور سنت نبی کے دامن سے متمسک رہے۔

حصول علم کا مقصد

تخلیقِ انسان کا حقیقی مقصد عبادت ہے اور عبادت بغیر معرفت

کے ممکن نہیں۔ اور معرفت کا براہِ راست تعلق علم سے بھی ہے۔ لہذا مقصد حصولِ علم، خداوند عالم کی معرفت اور نتیجۂ معرفت عبادت اور عبادت کا ایک انداز مخلوق کی خدمت بھی ہے۔

لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ اکثر اوقات علم ذاتی شہرت اور نام ونمود کے لئے حاصل کیا جاتا ہے۔ اس صورت میں جتنا علم بڑھتا ہے، خدا سے دوری اور مخلوق کی خدمت کرنے کی بجائے اس سے خدمت لینے میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس بارے میں امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔

حدیث ۱۴

مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُبَاهِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ، أَوْ يُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ أَوْ يَصْرِفَ بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ. إِنَّ الرِّئَاسَةَ لَا تَصْلَحُ إِلَّا لِأَهْلِهَا.

جو شخص اس لئے علم حاصل کرے کہ اس کے ذریعہ علماء پر فخر کرے یا احمقوں سے بحث کرے یا لوگوں کی توجہ اپنی جانب مبذول کروائے، وہ آگ میں اپنی جگہ بنائے گا۔ بے شک (علمی) سربراہی کا حق صرف اس کے اہل ہی کو ہے۔

تواضع

متکبر انسان معمولی معاملات میں بھی اپنی شان و شوکت کو خطرے میں محسوس کرتا ہے۔ چنانچہ تکبر ایک بری صفت ہے اور خدا متکبرین کو پسند نہیں کرتا۔ جبکہ اس کے مقابلے میں متواضع انسان چھوٹے چھوٹے اللہ کے پسندیدہ کاموں کے ذریعہ بھی اپنی شان میں اضافہ کرتا ہے اور معمولی کاموں کو اپنی شان کے خلاف نہیں سمجھتا۔ اسی لئے تواضع اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ صفات میں سے ایک صفت ہے جو انسان کی شخصیت میں چار چاند لگاتی ہے اور اسے جذاب بنا دیتی ہے۔ تواضع کی علامات کیا ہیں؟ اس بارے میں امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔

حدیث ۱۵

اَلتَّوَاضُعُ اَلرِّضَا بِالْمَجْلِسِ دُوْنَ شَرَفِهِ، وَ اَنْ تُسَلِّمَ عَلٰى مَنْ لَقِيْتَ وَ اَنْ تَتْرُكَ الْمِرَاءَ وَ اِنْ كُنْتَ مُحِقًّا.

تواضع اور انکساری یہ ہے کہ اپنی شان سے کمتر جگہ پر بیٹھنے پر راضی رہے اور جس سے ملاقات کرو اس پر سلام کرو اور حق پر

ہونے کے باوجود بے جا بحث مباحثہ سے پرہیز کرو۔

خدا کا دشمن

جس طرح سے خدا کی دوستی اور نظر کرم کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح اس کا غضب اور دشمنی بھی اتنی سخت ہے کہ انسان ایک لمحہ اس کی تاب نہیں لا سکتا۔ خدا کا دشمن کون ہو سکتا ہے؟ کیا خدا کی دشمنی ذاتی عداوت کی بنیاد پر ہو سکتی ہے؟ جہاں حکمِ الٰہی کو نہ ماننا خدا کی دشمنی کا سبب بن سکتا ہے وہاں بعض ایسے کام بھی ہیں جن کا تعلق اخلاقی پستی سے ہے۔ چنانچہ خدا کے ایک ایسے ہی دشمن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔

حدیث ۱٦

قَالَ علیہ السلام: إِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْمُتَفَحِّشَ.

اللہ تعالیٰ اس شخص کو پسند نہیں کرتا جو بد خلق و بد کلام ہو۔

ہماری اقدار

کسی بھی دین اور مذہب کی ظاہری شناخت اس کے ماننے

والوں کے کردار اور افعال سے ہوا کرتی ہے اور یہی اس مکتب کی تبلیغ کا بہترین ذریعہ بھی ہے۔ چنانچہ اسلام کی ظاہری شناخت یہی مسلمان ہیں جن کے کردار کی پستی دینِ اسلام کی پسماندگی کی بنیادی وجہ بنتی جارہی ہے۔ کیونکہ ہم نے اپنے دیندار اسلاف کی پیروی کرنے کی بجائے دنیا میں رائج اسلوب کو اپنا لیا ہے۔ اب اگر کوئی ظلم کرے تو ہم ظلم کرتے ہیں۔ اگر کوئی جھوٹ بولے تو ہم بھی جھوٹ بول لیتے ہیں۔ اگر معاشرے میں چور بازاری عام ہے تو ہم بھی اسی میں خوش ہیں۔ اسی رویہ نے ہماری حقیقی شناخت کو ختم کردیا ہے۔ ہماری شناخت ہماری وہ اقدار ہیں جو ہمارے دین اور ہمارے اسلاف نے قائم کی تھیں اور ہمیں ان کی عملی تعلیم بھی دی تھی۔ ان ہی اقدار میں سے کچھ کے بارے میں امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۱۷

قال علیہ السلام: عَلَيْكُمْ بِالْوَرَعِ وَ الْاِجْتِهَادِ وَ صِدْقِ الْحَدِيْثِ وَ أَدَاءِ الْأَمَانَةِ إِلَىٰ مَنِ ائْتَمَنَكُمْ عَلَيْهَا بَرًّا كَانَ أَوْ فَاجِرًا، فَلَوْ أَنَّ قَاتِلَ عَلِيِّ ابْنِ أَبِيطَالِبٍ علیہ السلام ائْتَمَنَنِيْ عَلَىٰ أَمَانَةٍ لَأَدَّيْتُهَا إِلَيْهِ.

تقویٰ، اجتہاد، سچائی، امانت رکھنے والا چاہے نیک ہو یا بد
اس کے ساتھ امانتداری کرتے رہو۔ اگر علی ابن ابی طالب کا
قاتل بھی مجھے کوئی امانت دے دے تو میں اسے لوٹا دوں گا۔

بد ترین عذاب

اللہ تعالیٰ نے اپنے نظام کو اس طرح سے ترتیب دیا ہے کہ
نیکیوں پر ثواب دیا جائے گا اور برائیوں پر عذاب کیا جائے گا۔ اللہ
تعالیٰ کی جانب سے دیئے جانے والے عذاب کی کئی قسمیں ہیں۔
بعض اوقات بندے کی غلطی پر اس کے عذاب کو آخرت کے لئے رکھ
دیا جاتا ہے اور دنیا میں وہ بظاہر عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔ اسی طرح
ممکن ہے کسی غلطی پر بندے کی معیشت تباہ ہو جائے اور یہ بھی ممکن ہے
کہ بظاہر معیشت بہتر ہو رہی ہو لیکن عذاب کا تعلق قلب سے ہو۔ یعنی
انسان لذتِ عبادت سے محروم ہو جائے۔ اب سوال یہ ہے کہ معیشت
میں تنگی کا عذاب سخت تر ہے یا لذتِ عبادت سے محرومی کا عذاب بدتر
ہے۔ امام باقر علیہ السلام اس سوال کا جواب اس طرح سے دیتے ہیں:

حدیث ۱۸

قال علیہ السلام: اِنَّ لِلّٰہِ عُقُوبَاتٍ فِی الْقُلُوبِ وَ الْاَبْدَانِ:

ضَنْکٌ فِی الْمَعِیْشَةِ وَ وَهْنٌ فِی الْعِبَادَةِ. وَ مَا ضُرِبَ عَبْدٌ بِعُقُوْبَةٍ أَعْظَمَ مِنْ قَسْوَةِ الْقَلْبِ.

اللہ تعالیٰ کی جانب سے دلوں اور اجسام دونوں کے عذاب ہوتے ہیں: معیشت میں تنگی اور عبادت میں سستی۔ اور قساوت قلب سے بڑھ کر بندے کے لئے کوئی عذاب نہیں ہے۔

مشکلات کا فلسفہ

اسلامی فلسفے کی رو سے جو کچھ خدا کی جانب سے ہے وہ خیر ہی خیر ہے۔ اس لئے جب انسان پر کوئی مشکل آتی ہے یا وہ اپنے بندے کو کسی نعمت سے محروم رکھتا ہے تو یہ دراصل اس انسان پر اللہ تعالیٰ کا لطف اور احسان ہوتا ہے۔ چنانچہ امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۱۸

إِنَّ اللّٰهَ يَتَعَهَّدُ عَبْدَهُ الْمُؤْمِنَ بِالْبَلَاءِ كَمَا يَتَعَهَّدُ الْغَائِبُ أَهْلَهُ بِالْهَدِيَّةِ. وَ يَحْمِيهِ عَنِ الدُّنْيَا كَمَا يَحْمِي الطَّبِيْبُ الْمَرِيْضَ.

بے شک اللہ تعالی اپنے باایمان بندوں پر بلاؤں کے ذریعہ لطف کرتا ہے جیسے کوئی مسافر اپنے گھروالوں کے لئے ہدیہ بھیجتا ہے۔ اوراپنے مومن بندے کواس طرح دنیا سے بچاتا ہے جیسے طبیب بیمار کو بچاتا ہے۔

نعمت یا زحمت

اسی طرح بعض اوقات انسان اپنی کسی دنیاوی آرزو پوری ہونے پر بہت خوش ہوتا ہے لیکن یہی نعمت اس کے لئے زحمت بن جاتی ہے۔اس بارے میں امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۲۰

فَلَرُبَّ حَرِيصٍ عَلىٰ أَمْرٍ مِنْ أُمُوْرِ الدُّنْيَا قَدْ نَالَهُ، فَلَمَّا نَالَهُ كَانَ عَلَيْهِ وَبَالاً وَ شَقِيَ بِهِ وَ لَرُبَّ كَارِهٍ لِأَمْرٍ مِنْ أُمُوْرِ الْآخِرَةِ قَدْ نَالَهُ فَسَعِدَ بِهِ.

دنیاوی معاملات کی لالچ رکھنے والے کچھ حریص افراد ایسے ہوتے ہیں کہ جب وہ اس چیز تک پہنچتے ہیں تو وہ ان کے لئے وبال اور بدبختی کا باعث بن جاتی ہے اور بہت سے لوگ

ایسے ہوتے ہیں کہ جو آخرت کے کسی معاملے سے بچنا چاہتے ہیں لیکن جب وہ اس تک پہنچتے ہیں تو اسی کی وجہ سے سعادت مند ہو جاتے ہیں۔

صلۂ رحم کے فوائد

اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل میں رشتہ داروں، اعزاء اور اقرباء کی جو محبت خلق کی ہے اسے قائم رکھنا ہی انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ اس فطری تقاضے کو پورا کرنے سے نہ صرف انسان تنہائی کا احساس نہیں کرتا بلکہ روایات کے مطابق اس کے اور بھی بہت سارے فوائد ہیں جو کسی اور عمل سے حاصل نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ امام محمد باقر (علیہ السلام) فرماتے ہیں:

حدیث ۲۱

صِلَةُ الْأَرْحَامِ تُزَكِّي الْأَعْمَالَ وَ تُنْمِي الْأَمْوَالَ وَتَدْفَعُ الْبَلْوَى وَ تُيَسِّرُ الْحِسَابَ وَ تُنْسِئُ فِي الْأَجَلِ.

صلۂ رحم اعمال کو پاکیزہ، اموال کو زیادہ، بلاؤں کو دور، حساب

کو آسان اور موت میں تاخیر ڈالتا ہے۔

مزید فوائد

صلۂ رحم کے مزید فوائد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

حدیث ۲۲

إِنَّ أَعْجَلَ الطَّاعَةِ ثَوَاباً لَصِلَةُ الرَّحِمِ وَ إِنَّ الْقَوْمَ لَيَكُونُونَ فُجَّاراً فَيَتَوَاصَلُونَ فَتَنْمِي أَمْوَالُهُمْ وَ يَثْرُونَ.

جلدی ثواب ملنے کے اعتبار سے بہترین اطاعت صلۂ رحم ہے۔ کچھ لوگ برے ہوتے ہیں لیکن صلۂ رحم کی وجہ سے ان کے مال میں زیادتی ہوتی ہے اور وہ سکون سے رہتے ہیں۔

ہر برائی کی جڑ

سستی کی وجہ سے انسان بعض اوقات اپنے بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنے سے بھی پیچھے رہ جاتا ہے۔ اسی طرح جو ذرا ذرا سی بات پر گھبرا جاتا ہو وہ حق پر صبر نہیں کرسکتا۔ چنانچ امام باقر علیہ السلام

فرماتے ہیں:

حدیث ۲۳

إِيَّاكَ وَ الْكَسَلَ وَ الضَّجَرَ فَإِنَّهُمَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ، مَنْ كَسِلَ لَمْ يُؤَدِّ حَقّاً وَ مَنْ ضَجِرَ لَمْ يَصْبِرْ عَلَى حَقٍّ.

سستی اور تنگدلی سے پرہیز کرو۔ کیونکہ یہ دو ہر برائی کی چابی ہیں۔ جس نے سستی کی اس نے حق ادا نہیں کیا اور جو تنگدل ہوا اس نے حق پر صبر نہیں کیا۔

رزق میں اضافہ اور عمر میں زیادتی

کردار کی خوبی، رزق میں اضافہ اور عمر میں زیادتی انسان کی خواہشات کا حصہ ہیں۔ ان تینوں چیزوں کے حصول کا خلق خدا سے کیا تعلق ہے، اس کو بیان کرتے ہوئے امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔

حدیث ۲۴

مَنْ صَدَقَ لِسَانُهُ زَكَا عَمَلُهُ وَ مَنْ حَسُنَتْ نِيَّتُهُ زِيدَ فِي رِزْقِهِ وَ مَنْ حَسُنَ بِرُّهُ بِأَهْلِهِ زِيدَ فِي عُمْرِهِ.

جو زبان کا سچا ہے اس کا عمل پاک ہے اور جس کی نیت اچھی ہے اس کے رزق میں اضافہ ہوتا ہے اور جو اپنے اہل و عیال کے ساتھ نیکی کرے اس کی عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔

عالم باعمل

درخت جتنا پھل دار ہوتا ہے اتنا ہی جھکتا ہے اور عالم جتنا اپنے علم پر عمل کرتا ہے اتنا ہی متواضع ہوتا ہے۔ اس کے مقابلے میں حسد اور حقارت دو ایسی بدترین صفات ہیں جن کی موجودگی میں انسان کی معلومات بھی اس کے لئے بیکار ہو جاتی ہیں۔ اور وہ عالم ہوتے ہوئے بھی جاہلوں کی صف میں کھڑا رہتا ہے۔ اس لئے امام محمد باقر علیہ السلام علماء کی نشانی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

حدیث ۲۵

لَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ عَالِماً حَتّٰی لَا یَکُوْنَ حَاسِداً لِمَنْ فَوْقَهُ وَ لَا مُحَقِّراً لِمَنْ دُوْنَهُ.

کوئی بندہ اس وقت تک عالم نہیں ہے جب تک اپنے سے بلند تر سے حسد رکھے اور کم تر کو حقیر سمجھے۔

عالم عابد سے افضل

علم اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی عظیم نعمت ہے جسے بعض روایات میں نور کہا گیا ہے۔ جب اس نور سے تاریکی میں بھٹکتی ہوئی مخلوق خدا کو روشنی نصیب ہوتی ہے تو خدا کی عبادت کرنے والے عابد کا مرتبہ ایسے عالم کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں رہتا۔ اس لئے کہ عبادت کی بنیاد معرفت ہے اور معرفت علم سے حاصل ہوتی ہے۔ اسی لئے عالم کو عابد پر افضل قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۲۶

عَالِمٌ يُنْتَفَعُ بِعِلْمِهِ أَفْضَلُ مِنْ سَبْعِيْنَ أَلْفَ عَابِدٍ.

جس عالم کے علم سے فائدہ اٹھایا جائے وہ ستر ہزار عابدوں سے بہتر ہے۔

سوال

خداوند کریم نے انسان کو آزاد اور صاحب عزت پیدا کیا ہے وہ ہرگز نہیں چاہتا کہ انسان کسی انسان کے آگے ہاتھ پھیلا کر اپنی عزت و کرامت سے محروم ہو جائے۔ جو انسان ایک بار اپنے جیسے کسی انسان

کے آگے ہاتھ پھیلا دے اس کی عزت نفس اور خود اعتمادی پامال ہوجاتی ہے اور ماہرین نفسیات کے مطابق جس انسان کی عزت نفس ایک بار مجروح ہو جائے پھر وہ پست سے پست کام کرنے پر بھی تیار ہو جاتا ہے۔ جبکہ اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کے حضور دستِ سوال دراز کرنے سے انسان کی عزت میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ اسی لئے امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔

حدیث ۲۷

اِنَّ اللّٰهَ کَرِهَ اِلْحَاحَ النَّاسِ بَعْضِهِمْ عَلٰی بَعْضٍ فِی الْمَسْأَلَةِ وَ اَحَبَّ ذٰلِکَ لِنَفْسِهٖ.

اللہ تعالیٰ کو لوگوں کا ایک دوسرے سے مانگنے کے لئے ضد کرنا ناپسند ہے۔ اور وہ اس بات کو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

سوال اور انکار

اسلام کسی سے سوال کرنے کو پسند نہیں کرتا لیکن وہ یہ بھی جانتا ہے کہ ہر معاشرے میں نہ چاہتے ہوئے بھی کچھ لوگ ایسے ضرور ہوتے ہیں کسی نہ کسی وجہ سے دست سوال دراز کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

اسی لئے ایک جانب سے اسلام مانگنے کی حوصلہ شکنی کرتا ہے تو دوسری جانب سے یہ بھی کہتا ہے کہ اگر کوئی سائل سامنے آجائے تو انکار بھی نہ کیا جائے۔ چنانچہ امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔

حدیث ۲۸

لَوْ یَعْلَمُ السَّائِلُ مَا فِی الْمَسْأَلَةِ مَا سَأَلَ أَحَدٌ أَحَداً.
وَ لَوْ یَعْلَمُ الْمَسْؤُلُ مَا فِی الْمَنْعِ مَا مَنَعَ أَحَدٌ أَحَداً.

اگر مانگنے والا یہ جان لیتا کہ مانگنے میں کیا (برائی) ہے تو کوئی کسی سے نہ مانگتا۔ اور جس سے مانگا جائے اگر وہ یہ جان لیتا کہ منع کرنے میں کیا (برائی) ہے تو کوئی کسی کو منع نہ کرتا۔

مکارم اخلاق

ایک اچھے معاشرے کے قیام کے لئے صرف خشک قوانین پر اکتفا نہیں کیا جا سکتا۔ یعنی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ جو ذرا سی غلطی کرے اسے فوراً سزا دے دو۔ جو تم سے برا سلوک کرے تم بھی اس سے بلا تکلف ویسا ہی رویہ رکھو اور اگر دوسرا جہالت کے ثبوت دے رہا ہو تو تم بھی اسی کی سطح تک جا پہنچو بلکہ اچھے معاشرے کے قیام کے

قوانین کے ساتھ ساتھ اخلاقیات کی ضرورت بھی ہوتی ہے جو کہ دنیا و آخرت میں باعث کرامت ہے۔ اس بارے میں امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۲۹

ثَلاثَةٌ مِنْ مَكارِمِ الدُّنيا وَ الآخِرَةِ: أَنْ تَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَكَ، وَ تَصِلَ مَنْ قَطَعَكَ، وَ تَحْلُمَ إِذا جُهِلَ عَلَيْكَ.

تین چیزیں مکارم دنیا و آخرت ہیں:
جس نے تم پر ظلم کیا ہے اسے معاف کر دو۔
جس نے تم سے قطع رحم کیا ہے اس کے ساتھ صلۂ رحم کرو۔
جب تم سے جہالت کا سلوک کیا جائے تو بردباری سے کام لو۔

حقیقی کمال

موجودہ دور میں دنیا کا دستور ایسا نرالا ہو گیا ہے کہ ہر چیز کی خوبی اور کمال کو مادی پیمانے پر تولا جاتا ہے۔ جو چیز زیادہ سے زیادہ مادی

فوائد پہنچائے وہ اتنی ہی اچھی اور باکمال سمجھی جاتی ہے۔ اور اس معاملے میں حلال وحرام اور جائز وناجائز کی تمیز بھی نہیں کی جاتی۔ لیکن حقیقی کمال کیا ہے؟ اس کے بارے میں امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔

حدیث ۳۰

اَلْکَمَالُ کُلُّ الْکَمَالِ اَلتَّفَقُّهُ فِی الدِّیْنِ وَ الصَّبْرُ عَلَی النَّائِبَةِ وَ تَقْدِیْرُ الْمَعِیْشَةِ.

مکمل کمال تین چیزوں میں ہے: دین کی گہری سمجھ، مصیبت پر صبر اور اخراجات میں اعتدال۔

حلم اور علم

بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو تنہا ہوں تو وہ اثر نہیں ڈال سکتیں جو کسی چیز کے ساتھ مل کر پہنچا سکتی ہیں۔ جیسے بہت سی دوائیاں آپس میں مل کر فائدہ پہنچاتی ہیں۔ اسی طرح صحیح معنوں میں اور حقیقی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ جس کے پاس علم کی دولت ہو وہ صبر وتحمل اور حلم وبردباری کے خزانے سے بھی مالا مال ہو۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۱

مَا شِیبَ شَیْءٌ بِشَیْءٍ أَحْسَنَ مِنْ حِلْمٍ بِعِلْمٍ.

حلم کے علم کے ساتھ ملاپ سے بہتر کوئی اور ملاپ نہیں ہے۔

اچھی بات

عاقل انسان وہ ہے جو ہر اچھی بات کو اپنے پلو میں باندھ لے اور ہمیشہ اچھی باتوں کی تلاش میں رہے اور جس کسی سے بھی میسر آئے لے لے۔ یہاں تک کہ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔

حدیث ۳۲

خُذُوا الْكَلِمَةَ الطَّيِّبَةَ مِمَّنْ قَالَهَا وَ إِنْ لَمْ يَعْمَلْ بِهَا.

اچھی بات جو بولے اس سے لے لو اگر چہ وہ خود اس پر عمل نہ کرتا ہو۔

جہاد

اگر تمام نیک اعمال میں بافضیلت ترین فعل تلاش کیا جائے تو وہ "جہاد" ہے کہ اس طرح انسان کے خلوص اور خدا سے اس کی قربت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اور جہاد میں بھی جہاد بالنفس افضلیت رکھتا ہے

کیونکہ انتہائی سخت، طویل اور مستقل جہاد کا نام ہے۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۳۳

لَا فَضِيْلَةَ كَالْجِهَادِ وَ لَا جِهَادَ كَمُجَاهَدَةِ الْهَوٰى.

جہاد جیسی کوئی فضیلت نہیں اور ہوا و ہوس کے ساتھ مقابلے جیسا کوئی جہاد نہیں۔

نو دولتیے

دولت جب نئی نئی آتی ہے تو اس سے محبت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ ایسے شخص سے کچھ مانگنا اپنی ذلت کا سامان کرنے کے مترادف ہے۔ اسی لئے امام علیہ السلام اس نفسیاتی نکتے کی جانب اشارہ کرتے ہیں۔

حدیث ۳۴

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَاجَةِ اِلٰى مَنْ اَصَابَ مَالَهُ حَدِيْثًا كَمَثَلِ الدِّرْهَمِ فِيْ فَمِ الْاَفْعٰى اَنْتَ اِلَيْهِ مُحْوِجٌ وَ اَنْتَ مِنْهَا عَلٰى خَطَرٍ.

نو دولتیے انسان سے حاجت طلب کرنا اس درہم کی مانند ہے

جو سانپ کے منہ میں ہو اور آپ کو اس کی ضرورت بھی ہو اور پھر اس سے خطرہ بھی ہو۔

محبت بمقابلہ محبت

یہ دنیا کا اصول ہے کہ آپ جتنی دوسرے کی عزت واحترام کریں گے دوسرا بھی اتنی ہی آپ کی عزت کرے گا۔ اسی طرح جتنی آپ کے دل میں اس کی محبت ہوگی اتنی ہی اس کے دل میں آپ کی محبت ہوگی۔ اس فطری اصول کے بارے میں امام علیہ السلام فرماتے ہیں۔

حدیث ۳۵

اِعْرِفِ الْمَوَدَّةَ فِیْ قَلْبِ اَخِیْکَ بِمَا لَهٗ فِیْ قَلْبِکَ.

اپنے دل میں بھائی کی محبت کے ذریعہ اس کے دل میں اپنی محبت کو پہچانو۔

حق کی حمایت

حالات کیسے ہی ہوں حق کی حمایت ضروری ہے چاہے اس کے لئے کتنی ہی بڑی قربانی دینا پڑے۔ عام طور پر حق کی حمایت کرنے پر

جان، مال اور عہدے سے محروی کا خوف ہوتا ہے لیکن تاریخ گواہ ہے کہ جنھوں نے ان چیزوں کی حفاظت کی خاطر جب بھی حق کی حمایت سے منہ موڑا، انھیں بالآخر نہ صرف ان عہدوں اور چیزوں سے ہاتھ دھونا پڑا بلکہ اس سے کہیں زیادہ نقصان بھی ہوا۔ اس لئے امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے فرزند کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

حدیث ۳۶

قَالَ علیہ السلام لِابْنِهِ: اِصْبِرْ نَفْسَکَ عَلَى الْحَقِّ، فَإِنَّهُ مَنْ مَنَعَ شَيْئاً فِي حَقٍّ أُعْطِيَ فِي بَاطِلٍ مِثْلَيْهِ.

حق پر استقامت سے کام لو کیونکہ جو شخص کسی برحق کام میں کسی چیز سے بچتا ہے اسے باطل کام میں اس سے دگنا دینا پڑ جاتا ہے۔

مومن کون؟

ہر شخص چاہتا ہے کہ اسے مومن کہا جائے۔ امام محمد باقر علیہ السلام کسے مومن کہتے ہیں:

حدیث ۳۷

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُ الَّذِیْ اِذَا رَضِیَ لَمْ یُدْخِلْهُ رِضَاهُ فِیْ اِثْمٍ وَ لَا بَاطِلٍ وَ اِذَا سَخِطَ لَمْ یُخْرِجْهُ سَخَطُهُ مِنْ قَوْلِ الْحَقِّ. وَ الَّذِیْ اِذَا قَدَرَ لَمْ یُخْرِجْهُ قُدْرَتُهُ اِلَی التَّعَدِّیْ اِلٰی مَا لَیْسَ لَهُ بِحَقٍّ.

مومن صرف وہ ہے کہ جب وہ خوش ہو تو اس کی خوشی اسے گناہ اور باطل میں مبتلا نہ کرے اور جب وہ ناراض ہو تو اس کی ناراضگی اسے حق بات سے دور نہ کرے۔ اور (مومن) وہ ہے کہ جب اسے قدرت حاصل ہو جائے تو یہ قدرت اسے ناحق چیز کی طرف تجاوز میں گرفتار نہ کردے۔

نصیحت

دوسروں کی نصیحت اس وقت تک اثر انداز نہیں ہوتی ہے جب تک وہ خود نصیحت قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہو۔ اور یہ اس وقت ہوسکتا ہے جب وہ خود اپنا ناصح ہو اور اپنی غلطیوں پر خود کو ملامت کرے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

حدیث ۳۸

مَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ مِنْ نَفْسِهِ وَاعِظاً، فَإِنَّ مَوَاعِظَ النَّاسِ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُ شَيْئاً.

جس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے نفس کے اندر واعظ نہ رکھا ہو اسے لوگوں کے وعظ کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔

گناہ اور رزق کی تنگی

ہر گناہ کا ایک اثر انسانی زندگی پر ضرور پڑتا ہے۔ ان ہی اثرات میں سے ایک مشکل اثر کو بیان کرتے ہوئے امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۳۹

إِنَّ الْعَبْدَ لَيُذْنِبُ الذَّنْبَ فَيُزْوَىٰ عَنْهُ الرِّزْقُ

بندہ خدا گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے رزق سے محروم ہو جاتا ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام کی وصیت

معاشرے کی فلاح و بہبود اور ذاتی ترقی کے لئے امام کی پانچ

حدیث ۴۰

اُوْصِیکَ بِخَمْسٍ: اِنْ ظُلِمْتَ فَلا تَظْلِمْ وَ اِنْ خانُوکَ فَلا تَخُنْ، وَ اِنْ کُذِّبْتَ فَلا تَغْضَبْ، وَ اِنْ مُدِحْتَ فَلا تَفْرَحْ وَ اِنْ ذُمِمْتَ فَلا تَجْزَعْ.

میں تمہیں پانچ چیزوں کی وصیت کرتا ہوں:

۱۔ اگر تم پر ظلم کیا جائے تو تم ظلم نہ کرو۔

۲۔ اگر تمہارے ساتھ خیانت کی جائے تو تم خیانت نہ کرو۔

۳۔ اگر تمہاری تکذیب کی جائے تو غصہ نہ کرو۔

۴۔ اگر تمہاری تعریف کی جائے تو خوش نہ ہو۔

۵۔ اگر تمہاری مذمت کی جائے تو پریشان نہ ہو۔

